مسلمان کو کافر کہنا کیسا ہے؟

تالیف

فضیلۃ الشیخ ابو بکر الجزائری حفظہ اللہ

مترجم

الشیخ منیر احمد ارشد

تصحیح اور نظر ثانی

ڈاکٹر عبداللہ سلفی

www.truemanhaj.com

مسلمان کو کافر کہنا کیسا ہے؟

تالیف

فضیلۃ الشیخ ابوبکر الجزائری حفظہ اللہ

مترجم

الشیخ منیر احمد ارشد

تصحیح اور نظر ثانی

ڈاکٹر عبداللہ سلفی

www.truemanhaj.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اسلام دین فطرت ہے، اس کے اظہار یا انکار کا ذریعہ زبان ہے۔ اہل ایمان کے قلوب ہی اس کا نقطہ آغاز ہیں اور مقام ارتکاز بھی۔

تعمیل شریعت وعبادت کے مظاہر میں ظاہری اضافہ وکمی، بیرونی اثرات کے نتائج ہوتے ہیں اور ان سے انحراف یا صریح انکار، کفروارتدار کا موجب بن جاتا ہے''۔۔۔۔۔۔ فابوہ یہودانہ اوینصرانہ او یمجسانہ'' کا یہی مفہوم ہے۔

مذکورہ فطری امور کی تکمیل کے لئے انبیاء کرام کی بعثت ہوئی اور آسمانی کتب کا نزول ہوا۔ لہذا کسی آدمی کو شہادتیں کے اقرار کے باوجود کسی وہم کی بنا پر کافر ومرتد نہیں کیا جاسکتا........... ''**ھلا شققت قلبه**''

دین اسلام کی بنیاد واصول ٹھوس اور ہدایات واضح ہیں، ایمان کے چھ ارکان اور اسلام کے پانچ ارکان متعین ہیں۔

ان کی بقاء ایمان واسلام کی بقا کی ضامن ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار کفروارتداد ہے۔ لیکن عمل کے حوالے سے ان میں تساہل یا جزوی کمی وبیشی، نفاق، عصیاں، فسق، شرک دون شرک اور کفر دون کفر کے زمرے میں آتا ہے۔ صریح انکار کے بغیر تکفیر ناممکن ہے۔

'' **قالت الاعراب آمنا قل لم تو منو اولکن قو لو اسلمنا ولما ید خلل الایمان فی قلوبکم** ''

ایمان کی نفی کے باوجود انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا گیا۔ دینی ادراک اور علمی رسوخ واتقان سے بے بہرہ، مذہبی بے راہ روی کے شکار افراد کی طرف سے تکفیر کے فتاوی میں عجلت پسندی کا عمل خطرناک حد تک بڑھ چکا ہے اہل ایمان پر کفر کے فتوی کے علاوہ دین سے خوف اور بالآخر انحراف کا موجب بنتا جارہا ہے۔

فتنہ تکفیر کے سدباب کے لئے زیرنظر کتاب میں محترم مصنف صاحب نے مدلل پرمغز اور موثر انداز میں اس حساس موضوع پر سیر حاصل تحقیق پیش فرمائی اور ان اسباب پر روشنی ڈالی جو تکفیر کا موجب بنتے ہیں اور واضح کیا کہ تکفیر میں عجلت پسندی '' **الاویر جع به احد هما** '' کے مصداق خود مفتی کو کفر میں دھکیل سکتی ہے۔

لہذا قرآن وسنت کی روشنی میں اس سلسلے کی واضح حدبندیوں کو آسان فہم انداز میں نذر قارئین کیا تاکہ مومن کو کافر بنا بیٹھنے کی غلطی سے محفوظ رہ کر اپنے ایمان کو بچایا جاسکے۔

عزیزم مترج مصنف اور عزیزم مترجم کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ جن کی علمی کاوش، جستجوئے حق کے متوالوں کیلئے مشعل راہ ہے، اور راقم کے الفاظ کو اس کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ نیز تصحیح عقائد عقیدہ کی ترویج واشاعت میں مصروف مکتبہ نور حرم کی خدمت قبول فرمائے

۔اوراس کو ترقی دے۔آمین

محمد یعقوب طاہر
ایم اے۔ایم فل مدینہ یونیورسٹی
استاد وکیل جامعہ ابی بکر الاسلامیہ

www.truemanhaj.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کے زیر نظریہ کتابچہ انتہائی عظیم ہے۔علم کے ہر متلاشی کو علمی تصحیح عقائد میں بصیرت بڑھانے کیلئے اس سے استفادہ کرنا چاہیے ۔اور بلخصوص ان حالات میں جب تکفیر کی سوچ بالتدریج عالم اسلام کے نوجوانوں میں پھیل رہی ہے اور عجب بات یہ ہے کہ ایسے نوجوان کفر سے فرار کی نیت میں اس سوچ کو اپنا کر خود بسا اوقات کفر کے مرتکب ہوجاتے ہیں جس سے اس رسالہ کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

اور اس سوچ کے پھیلاؤ کا بڑا سبب ایسے احباب کی علمی کم مائیگی، اور باشعور قیادت کا فقدان ہے۔اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو صراط مستقیم کا راہی بنائے اور صرف اپنی ہی ذات پر مکمل اعتماد و توکل کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین

اس رسالہ میں درج ذیل موضوعات زیر بحث لائے گئے ہیں:

☆ ایمان کیا ہے اور مومن کون ہے؟

☆ کفر کیا ہے اور کافر کون؟

☆ کن وجوہ کی بناء پر مؤمن کو کافر قرار دیا جاسکتا ہے

یا

☆ مؤمن کب کافر ہوجاتا ہے اور اس کو کافر کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

www.truemanhaj.com

مقدمہ

ہر قسم کی حمد وثنا بڑائی وبزرگی کے لائق صرف رب رحیم وکریم کی ذات اقدس ہے اور بے شمار درود وسلام محمد ﷺ کی ذات گرامی پر اور آپ کے اہل بیت وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر۔ اما بعد

تکفیر کا معاملہ جو کہ آج امت مسلمہ کے جوانوں میں تیزی سے پھیل رہا ہے انتہائی خطرناک نتائج کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے اور عین ممکن ہے کہ یہ مسلمانوں کی تیزی اور ذلت کا باعث بن جائے اور امت مسلمہ کی ترقی کی راہیں مسدود ہو جائیں، جبکہ عالم کفر اس مذموم مقصد کے حصول کیلئے سرگرم عمل ہو چکا ہے، لہذا حالات کی سنگینی کے پیش نظر اہل علم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ شباب اسلام کی اس آڑے وقت میں رہنمائی فرمائیں تا کہ گمراہیوں اور ذلتوں کے یہ گھٹا ٹوپ اندھیرے چھٹ جائیں اور ذلت ورسوائی سے دوچار امت ایک بار پھر ترقیوں اور عروج کی شاہراہ کی شاہرگ پر گامزن ہو جائے اور اس کا معاملہ آخرت بھی سنور جائے۔

اسی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونے کیلئے یہ ایک حقیر سی کوشش پیش خدمت ہے شاید کہ خلاق عالم اس کو رشد وہدایت کا سبب بنا دے اور ترقی وعروج کی طرف اگلا قدم ثابت کردے اور پھر امت مسلمہ خلافت اسلامیہ کی چھاؤں میں اپنی زندگی کے ایام سکھ چین سے بسر کر سکے، کہ جس قیادت وسیادت، امن وسلامتی اور عزت وشان سے وہ عرصہ دراز سے محروم ہو کر رہ گئے ہیں۔

اس لیے میں ہر مسلمان کو اس کتابچے کے مطالعہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ اہل خیر سے بھی گزارش کرونگا کہ اس کتابچے کو چھپا کر عالم اسلام کے جوانوں تک پہنچا کر ثواب دارین حاصل کریں۔ یقیناً اللہ ہی توفیق اور اجر دینے والا ہے۔

والسلام

www.truemanhaj.com

ایمان کیا ہے؟

ایمان انسان کے لئے اتنا ہی ضروری ہے کہ جتنی اس کے جسم کے لیے روح کی ضرورت واہمیت ہے۔زندہ دراصل وہی ہے کہ جس نے اس کو حاصل کرلیا،اوروہ مکلّف (عاقل،بالغ،مسلم) ہونے کے قابل ہوگیا۔دوسرے نمبر پر جو مکلّف اس ایمان کے تقاضوں کو پورا کرلیتا ہے اور اسکے اوامر ونواہی کا خیال رکھتا ہے وہ دنیا وآخرت میں سعادت وسیادت کا اہل اور مستحق ہوجاتا ہے۔

یہ وہی ایمان تو ہے۔۔۔کہ جس کی طرف خود اللہ احکم الحاکمین نے دعوت دی اور اس کو قبول کرنے والوں کو یوں خوشخبری سنائی:

﴿یَاأیھا الناس قد جاء کم برھان من ربکم و أنزلنا الیکم نورا مبینا فأ ما الذین آمنو باللہ و اعتصموا بہ فسید خلھم فی رحمۃ منہ و فضل و یھدیھم الیہ صرا طا مستقیما﴾ (سورۃ نساء)

(لوگو!تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمھاری طرف چمکتا ہوا نور بھیج دیا ہے پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اسکو مضبوطی سے تھام لیا ان کو وہ اپنی رحمت اور فضل میں داخل کریگا اور اپنی طرف سیدھا راستہ دکھائے گا)۔

جی ہاں!وہی ایمان۔۔۔۔کہ جسے قبول کرنے والوں سے بہت ہی افضل وعدہ کیا گیا ہے یعنی ان کے گناہوں کی مغفرت اور داخلہ جنت کا وعدہ۔ارشاد ربانی ہے:

﴿سَابِقُوُا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا کعرض السماء والأرض أعدت للذین آمنو باللہ و رسلہ﴾ (سورۃ حدید ۲۱)

(اپنے اللہ کی بخشش اور جنت کی طرف آگے بڑھو کہ جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے ہے کہ جو اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لانے والوں کے لئے تیار کی گئی ہیں)۔

وہی ایمان۔۔۔کہ جو اپنے ماننے والوں میں اخوت وبھائی چارے کو لازمی قرار دیتا ہے۔رب ذوالجلال نے فرمایا:

﴿انَّمَا المؤمنون اخوۃ فا صلحو ا بین أخویکم﴾ (حجرات)

(مؤمن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کروادیا کرو)۔

یہ وہی ایمان ہے۔۔۔۔کہ جو اپنے ماننے والوں کو ایسا یکجا اور مضبوط ومتحد بنا دیتا ہے گویا یہ ایک ہی بلڈنگ کے مختلف حصے ہیں جو مل جل کر ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

(المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا و شبک بین الاصابعۃ)

(مؤمن تو مؤمن کے لئے ایک عمارت کی مانند ہے یہ ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں (یہ فرما کر) آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ مبارک کی انگلیاں اپنے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمائی)۔

www.truemanhaj.com

یہ وہی ایمان ہے ۔۔۔۔ جو بندے کو متقی بنانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی کا ولی اور دوست بھی بنا دیتا ہے۔اللہ رب عزت کا فرمان ہے:

﴿ألا ان أولياء الله لاخوف عليهم ولا هم يحزنون الذين امنوا و كانوا يتقون﴾ (سورة يونس)

(سنو! جو اللہ کے دوست ہونگے نہ ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہونگے)۔

سوائے ہدایت کے طلبگار و ایماندار بھائی کے آپ کو ضرور یہ بات جاننی چاہئے کہ ایمان کے چھ ارکان: اللہ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، اللہ کی کتابوں پر ایمان، اللہ کے رسولوں پر ایمان، آخرت پر ایمان اور تقدیر کے اچھا یا برا اللہ تعالی کی طرف سے ہونے پر ایمان۔تو جب بھی بندہ ان میں سے کسی ایک رکن کا انکار کر دیتا ہے یا جھٹلا دیتا ہے تو اسکا ایمان جاتا رہتا ہے اور اہل ایمان سے بری ہو جاتا ہے ۔

یاد رہے کہ یہ سارے ارکان قرآن وسنت کے دلائل سے ثابت ہیں۔اللہ کا فرمان ذیشان ہے:۔

﴿ليس البران تولوا وجوهكم قبل المشرق و المغرب ولكن البر من امن بالله و اليوم الاخر والملئكة و الكتب والنبين﴾ (البقره ١٧٧)

(نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق ومغرب کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور رسولوں پر ایمان لائیں)۔

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے:۔

﴿انا كل شيء خلقنه بقدر﴾ (قمر ٤٩)

(کہ ہم نے ہر چیز مقرر انداز سے پیدا کی)۔

اور جہاں تک سنت کے دلائل کا تعلق ہے تو صحیح مسلم شریف میں حدیث جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے ایمان سے متعلق سوال کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿الايمان أن تؤمن بالله و ملائكته و كتبه ورسله واليوم الآخر والقدر خيره وشره﴾ (بخاری و مسلم)

ایمان یہ ہے کہ تو اللہ، اسکے فرشتوں، اس کی کتابوں اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور اچھی بری تقدیر کے رب کی طرف سے ہونے پر ایمان لائے۔

اور یہ وہ ایمان ہے ۔۔۔۔ کہ جو کفر کی ضد ہے جیسے زندگی کی ضد موت ہوتی ہے اور موجودگی کی ضد عدم ہے۔

اور یہ وہی ایمان ہے جو انسان کو عمل صالح کی بدولت اللہ کی جنتوں کا وارث بنا دیتا ہے رب کریم نے فرمایا:۔

﴿ان الذين أمنوا و عملوا الصلحت كانت لهم جنت الفردوس نزلا خلدين فيها﴾ (كهف)

(بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کی مہمانی بہشت کے باغ ہونگے وہ ہمشہ ان میں رہیں گے اور وہاں سے مکان بدلنا نہ چاہیں گے)

اور یہ ایمان اس نورانی قوت کی طرح ہے جو بڑھے تو اضافہ وترقی دے اور نور بصیرت ورہنمائی بھی اور اگر کمزور پڑ جائے تو نہ پیش قدمی بخشے نہ دیدہ بینا۔ لہذا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان بندے کے دل میں کبھی قوی ہو جاتا ہے اور کبھی کمزور پڑ جاتا ہے اور یہی مفہوم ہے ایمان کے بڑھنے اور گھٹنے کا جو کہ ایک حقیقت ہے اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿و اذا تلیت علیهم ایة زادتهم ایمانا﴾ (انفال)

(اور جب ان پر اللہ کہ آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے)

ایک اور مقام میں ارشاد فرمایا:

﴿لیزدادوا ایمانا مع ایمانهم﴾ (فتح)

(تا کہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے

ایک اور جگہ یوں فرمایا:

﴿الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوهم فزادهم ایمانا و قالوا حسبنا الله و نعم الوکیل﴾ (آل عمران)

(جب لوگ (منافقوں) نے ان (مومنوں) سے کہا کہ لوگ (کافر) تمھارے خلاف مسلح تیار ہو چکے ہیں، ان سے ڈر (بچ) جاؤ، تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے ہم کو خدا کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے)۔ (آل عمران ۱۷۳)

کیا اللہ کے اس فرمان کے مقابلے میں کسی بھی مذہب کا یہ قول قبول کیا جا سکتا ہے کہ ایمان بڑھتا گھٹتا نہیں؟ ہرگز نہیں۔

یہ قول کم علمی اور جہالت کی بنیاد پر ہے جبکہ اصل بات یہ ہے کہ ایمان ایسا نور ہے جو کم زیادہ ہوتا ہے۔ اسکی مثال یوں سمجھئے کہ علی الصبح (منہ اندھیرے) دور کوئی متحرک سایہ سا نظر آئے، جیسے کوئی جاندار چیز ہو، لیکن یہ فیصلہ مشکل ہو جاتا کہ انسان ہے یا حیوان، اگر انسان ہے تو مرد ہے یا عورت اور اگر حیوان ہے تو کوئی گھوڑا ہے یا گدھا؟ البتہ جوں جوں روشنی بڑھتی گئی اور بالآخر روشنی مکمل ہونے پر اس سایہ کے انسان پھر مرد یا عورت یا حیوان اور پھر گھوڑا یا گدھا ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔

اسے ایک دوسری مثال سے یوں سمجھئے کہ: اہل علم کے علمی مراتب باہم متفاوت ہوتے ہیں جس کی بناء پر ان کی معلومات میں کمی اور اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اور جب یہ ایمان دل کی گہرائی میں موجود ہوتا ہے تو مسلمان انسان بے ساختہ زبان سے اس کا اعلان کرتا ہے اور اپنے اعمال کو اس کے احکام کے تابع کر لیتا ہے تا کہ وہ رب کی جنت کا وارث بن کر کامیابی سے ہم کنار ہو کر جہنم کی سختیوں سے محفوظ ہو جائے۔ اس لئے اہل سنت والجماعت نے ایمان کی تعریف یوں کی ہے کہ ایمان زبان سے اقرار، عمل سے ثبوت اور دلی تصدیق کا نام ہے تو وہ عقیدہ نہیں جسکے ساتھ قول وعمل نہ ہو اور وہ عمل عمل نہیں جسکے ساتھ عقیدہ اور قول نہ ہو اور صرف قول کی کوئی حقیقت نہیں جب تک اس کے ساتھ عقیدہ و عمل نہ ہو، یہ سب لازم وملزم ہیں اس لیے ایمان کو اسلام کے اور اسلام کو ایمان کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ رب العزت کا فرمان

ہے:

﴿ فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین ﴾ (زاریات)

(ہم نے اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا)

یعنی مومنوں کا

اسلام تو اللہ کے احکامات کی ظاہری و باطنی فرمانبرداری کا نام ہے گو اسکا تعلق قول سے ہو یا فعل سے یا دلی نیت سے، جس کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ سچا مؤمن ہی سچا مسلم ہوسکتا ہے اور سچا مسلم ہی مؤمن ہے، ایمان کے بغیر اسلام نہیں اور اسلام کے بغیر ایمان نہیں۔

(البتہ جب اسلام اور ایمان کا تقابل مقصود ہو تو اسلام تسلیم و اقرار کا مرحلہ ہے یعنی پہلا اور کم درجہ ہے جب کہ ایمان تصدیق و رضا تک پہنچ جانے والا اکمل اور آخری مرتبہ ہوتا ہے)(مترجم)

اس بات پر غور فرمائیے! کہ جب اعرابیوں نے ایمان کا دعوی کیا اور درحقیقت وہ مؤمن نہ تھے تو اللہ نے ان کے اس دعوی کو رد کیا اور فرمایا:

﴿قل لھم تؤ منوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم ﴾ (حجرات)

(اے محمد فرما دیجئے کہ تم ایمان لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تمھارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا)۔

تو یہاں رب نے ان کے اسلام کا اقرار کیا کیونکہ ان کی دعوت اور اطاعت وعمل اس بات کو ثابت کرر ہا تھا، اور ساتھ ہی ان کے ایمان کی نفی فرمائی کیونکہ رب کو معلوم تھا کہ ایمان ان کے دلوں کی گہرائیوں تک تا حال نہیں پہنچا۔

اور جہاں تک ان کی مباحث کا تعلق ہے کہ جناب: ایمان صرف قول کا نام ہے یا اعتقاد کا یا پھر اعتقاد اور قول دونوں کی یکجا صورت کا نام ایمان ہے؟ تو یہ مباحث زنادقہ کے کارناموں کا نتیجہ ہیں جو کہ انتشار کے مقاصد لے کر مسلمانوں کی صفوں میں داخل ہوئے اور فلسفیانہ موشگافیاں کیں تا کہ مسلمانوں میں اختلافات جڑ پکڑیں اور فتنے پھیلیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان مباحث کی طرف التفات نہ کیا جائے، بلکہ زمانہ نبوت اور عہد صحابہ میں ایمان کی تعریف میں قول اور عمل کو شامل کیا جاتا اور ان قرون اولی میں کوئی بھی قول وعمل کو ایمان سے خارج نہ سمجھتے تھے، اور نہ ہی وہ ایمان کی یوں تعریف کرتے تھے کہ وہ قول وعمل ہے جس میں اعتقاد مشروط نہیں بلکہ ایمان تو اللہ اسکے رسول اور ان کے فرامین کی تصدیق کرنا ہے، کہ اللہ موجود ہے، وہی رب ہے وہی عبادت کے لائق ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جس جس چیز کی آپ ﷺ کی ذات گرامی نے خبر دی بالکل ٹھیک ہے جیسے فرشتے کتابیں بعث بعد الموت، رسول اور تقدیر وغیرہ کو ماننا ہی ایمان ہے اور یاد رہے کہ اس کے ساتھ ساتھ اللہ اور رسول اللہ سے دلی محبت رکھنا اور اوامر و نواہی کا خیال رکھنا بھی ایمان کا جزلاینفک ہے اور کلمہ طیبہ کا اقرار کرنا ایمان کی دلیل ہے تو جس شخص نے بھی گواہی دی کہ اللہ ایک ہی ہے اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں وہی مؤمن و مسلم ہے اور جو یہ گواہی نہ دے وہ مؤمن و مسلم نہیں ہوگا بلکہ کافر اور مشرک شمار کیا جائے گا۔

اور پھر اہل ایمان بھی اپنے ایمان کے معاملے میں ایک دوسرے سے تفاوت رکھتے ہیں کسی کا ایمان قوی تو کسی کا ضعیف ہے جیسا

کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث اس بات کو ثابت کرتی ہے۔ جناب رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿لو ؤضع ایمان أبی بکر فی کفة و ایمان الا مة فی کفة لرجع ایمان أبی بکر﴾

(اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور باقی ساری امت کے ایمان کو ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو پھر بھی ابوبکر والا پلڑا بھاری رہے گا)۔

اور اسی پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے اور اہل ایمان کا نیکیوں میں ایک دوسروں سے؛ متفاوت ہونا بذات خود اس بات کی قوی دلیل ہے کہ ان کے دلوں میں ایمانی کیفیات مختلف ہیں مثلاً انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت ملے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سارا مال پیش کر دیتے ہیں، عمر آدھا مال تو عثمان پورے لشکر کی تیاری کی ذمہ داری لے لیتے ہیں جبکہ کچھ اہل ایمان صرف فرائض پر اکتفاء کیے رکھتے ہیں۔ اگر سب کے اعمال ایک جیسے ہوتے تو کہا جا سکتا تھا کہ ہاں ایمان بھی برابر ہے لیکن یہاں معاملہ مختلف ہے۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسه و منھم مقتصد و منھم سابق بالخیرات باذن الله ذلک ھو الفضل الکبیر جنت عدن یدخلونھا﴾ (فاطر)

(پھر ہم نے اس قرآن کا وارث ان بندوں کو بنایا جن کو ہم نے چن لیا، ان میں سے کچھ تو گنہگار ہیں اور کچھ میانہ روی والے ہیں اور کچھ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے بڑھنے والے ہیں اور یہی تو اللہ کا بڑا فضل ہے)۔

تو ثابت ہوا کہ گنہگار کا ایمان بڑھتا ہے تو وہ نیک بن جاتا ہے اور اگر اس کا ایمان کم ہوتا ہے تو برائیوں میں پڑ جاتا ہے اور کچھ میانہ روی والے ہیں جو گناہ سے پرہیز تو کرتے ہیں لیکن نیکیوں میں صرف فرائض پر اکتفا کرتے ہیں اور جو نیکیوں میں بڑھے ہوئے ہیں تو ان کے ساتھ ہوا یہ ہے کہ ان کا ایمان زیادہ ہوا اور ایمان کی اس زیادتی نے انھیں کثرت عبادت پر لگا دیا اور ساتھ کے ساتھ گناہوں سے پرہیز کا طریقہ بھی دیتا۔

ایماندار کون ہے؟

وہ انسان سچا مؤمن ہے جو اللہ پر ایمان لایا، رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا اور اس نے اللہ و رسول کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کی، احکام پر پابند رہا، ممنوعات سے دور رہا اور اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کے لئے خود کو تیار رکھا اور اپنے اس ایمان کا اظہار کلمہ کے اقرار سے کیا اور اسکے بعد نمازیں ادا کیں، زکاۃ دی، رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کیا، یہ وہی مومن ہے کہ جس سے محبت کرنا فرض ہے اور اس سے بغض و عداوت رکھنا رب کی طرف سے حرام کردہ ہے۔ جی ہاں یہ وہی سچا مسلمان ہے کہ جو دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور جسکا مال، اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام کر دی گئی ہے۔ اور جب تک یہ اسی حالت میں رہے گا مؤمن و مسلم ہی شمار کیا جائیگا۔

ہاں بفرض محال اگر وہ اپنے ایمان کی تکذیب کر دے یا ایمانیات کے کسی جزء کو جھٹلا دے یا پھر اللہ و رسول کے سب یا بعض اوامر و

نواہی کا سرے سے انکار ہی کر دے یا پھر احکام کو حقارت کی نظر سے دیکھے یا ان احکام کو طعن و تشنیع یا طنز کا نشانہ بنائے تو یقیناً ایسی صورت میں وہ دائرہ اسلام سے خارج شمار کیا جائے گا اور اس سے وہ کافر و مرتد کے حکم میں آ جائیگا۔

اور یاد رہے کہ مؤمن گناہوں سے معصوم نہیں ہوا کرتا بہر صورت اس سے ایسا ممکن ہے کہ وہ کسی واجب کو ترک کر دے یا کسی حرام کا ارتکاب کر بیٹھے تو ایسی صورت حال میں وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں شمار کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے اسلام کو مشکوک نظروں سے دیکھا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ اس کو جائز نہ سمجھتا ہو اور اپنے گناہ کو گناہ ہی تسلیم کرتا ہو کیونکہ وہ جب بھی توجہ کرے رب کی رحمت و مغفرت کے دروازے اس کے لیے کھلے ہوئے ہیں البتہ جو گناہوں پر مصر رہے ہلاکت اس کا مقدر ہوگی۔

مومن کا ایمان جب قوت پکڑتا ہے تو بندہ نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے اور برائیوں سے دور بھاگتا ہے اور جوں ہی بندے کے اسلام و ایمان میں کمزوری و ضعف آتا ہے تو اس معاملہ میں سستی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

ایمان کے کمزور ہونے میں دنیاوی رغبتوں میں پڑنا، خواہشات نفسی کا تابع ہونا بروں سے تعلقات رکھنا وغیرہ کا ید طولی ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بسا اوقات تو وہ فرائض میں بھی سستی کر جاتا ہے۔ اور تو اور وہ حرام کاموں میں پڑنے سے بھی بعض اوقات دریغ نہیں کرتا۔ لیکن یاد رکھیئے اگر ان گناہوں کو وہ جائز سمجھ کر نہیں کر رہا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا ۔ کیونکہ بہر حال وہ اللہ اور اللہ کے رسول کو بھی مانتا ہے بعث بعد الموت پر بھی یقین رکھتا ہے۔ تو اگر وہ اپنی موت سے پہلے توبہ کرے تو امید ہے کہ اللہ اس کو ضرور معاف فرما دے گا بلکہ اس کی جنت میں جانے کی امید بھی بعید از امکان نہیں۔ اللہ چاہے گا تو اس کو اس کے گناہوں کی سزا دے کر جنت میں جگہ نصیب فرمائے گا اور چاہے تو معاف فرما کر جنت عطا کر دیگا یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ اس کے لیے جو چاہے۔

کفر کیا ہے اور کافر کون ہوتا ہے؟

کفر کا لغوی معنی ڈھانپ دینا، چھپا دینا ہے، اسی سے "**کفر الزارع البذر فی الارض**" ہے یعنی کسان نے زمین میں بیج چھپا دیا۔ قرآن کریم میں ہے "**کمثل غیث أعجب الکفار نبا ته**" "کفار" یعنی چھپانے والوں کو۔ مراد کسان ہے اور اسی طرح:

"کفر نعمت" کا مطلب ہے نعمت کا انکار کرنا اور حق کا "کفر" کرنا یعنی اس کا انکار کرنا اور حق جھٹلانا ہے۔

شرعی طور پر کفر دو طرح کا ہوتا ہے:

۱۔ کفر اکبر

۲۔ کفر اصغر

کفر اکبر

یہ ایسا کفر ہے جو ایمان کی ضد ہے اور اسلام کے برعکس صورت ہے۔

www.truemanhaj.com

اس کی مختلف صورتیں مندرج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ رب العزت کی ذات مقدس کا انکار یعنی یہ دعوی کر ڈالنا کہ اللہ موجود ہی نہیں جیسے کہ کمیونسٹ اور لادین لوگوں کا موقف ہے۔

۲۔ اللہ رب العزت کے اسماء حسنی یا اللہ کی صفات علیا کا انکار کر دینا یا ان کے معانی و مفاہم میں تحریف کر کے ان کے مطالب کو بدل ڈالنا۔

۳۔ منزل من اللہ شرعی احکام کو جھٹلانا مثلا عبادات، اوامر نواہی اور آداب و اخلاق وغیرہ

۴۔ اللہ کے بتائے ہوئے غیبی امور کا انکار: جیسے فرشتے، جن، آخرت کے معاملات، مرنے کے بعد زندہ ہونا، حساب و کتاب، جزاء و سزا اور جنت وجہنم وغیرہ اوران کے بیان کردہ اوصاف کو رد کرنا۔

۵۔ محمد ﷺ کی نبوت ورسالت کا یا کسی بھی ورسول کہ کس کہ رسالت قرآن وسنت سے ثابت شدہ ہو، کا انکار کرنا بھی شخص کو دائرہ اسلام سے خارج کر کے مرتد بنا دیتا ہے۔

۶۔ قرآن کریم کو جھٹلانا گو اسکی کسی ایک سورۃ، آیت کلمہ یا حرف کو بھی کیوں نہ جھٹلایا جائے، یا اللہ کی باقی کتابوں، تورات، زبور، انجیل اور ابراھیم وموسی علیھما لسلام کے صحیفوں میں سے کسی ایک کو بھی جھٹلانا، بندے کو مرتد بنا دیتا ہے۔

۷۔ مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کرنا، اور یہ عقیدہ رکھنا کہ بروز قیامت صرف روحیں لوٹائی جائیں گی جسم نہیں، بھی شخص کو مرتد بنا دیتا ہے۔

۸۔ تقدیر کا انکار کر ڈالنا (اور تقدیر یہ ہے کہ کائنات کا چھوٹا بڑا حادثہ اللہ تعالی کے علم میں ہے اور نہ ہی کچھ زیادتی اور نہ یہ لیٹ ہو سکتا ہے اونہ وقت مقررہ سے پہلے آسکتا ہے) بھی انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

۹۔ دین میں ثابت شدہ کسی چیز کا انکار دینا مثلا کہنا کہ زنا حرام نہیں، سود اور چوری حرام نہیں یا یہ کہنا کہ نماز، زکاۃ، روزہ، اور والدین سے بھلائی کرنا فرض نہیں یا وضو، غسل، شرمگاہوں کی حفاظت وغیرہ میں سے کسی بات کا انکار کرنے سے بھی بندہ کافر ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ اللہ کی اربوبیت میں کسی کی شراکت کا عقیدہ رکھنا مثلا یہ کہ اللہ کے ساتھ اور بھی کوئی خالق مالک مدبر الکون اور زندگی وموت کا مالک ہے، یا اللہ کے اسماء صفات میں کسی کو شریک کرنا مثلا کسی انسان کو الرحمٰن، الرب وغیرہ کے نام سے پکارنا یا یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں بھی اللہ کے ساتھ ساتھ غیب جانتے ہیں یا فوت شدہ زندوں کی پکار سنتا ہے اور ان کی مقصد برآوری کے لئے سفارش کرتا ہے یا میت کو اپنی حاجت روائی میں وسیلہ بنائے اس کے لئے نذر مان لے یا جانور ذبح کرے یا اس کی قبر کا اعتکاف کرے یا اس کو پکارے اور اس سے مدد طلب کرے یہ سب اعمال بندے کو کافر بنا دیتے ہیں۔

۱۱۔ کسی کافر کو کافر، یا مشرک کو مشرک نہ کہنا بھی بندے کو کافر کر دیتا ہے کیونکہ اس کو کافر اور مشرک نہ کہنے میں اللہ اور اللہ کے رسول کی تکذیب ہے، کیونکہ کسی چیز پر خاموشی سادھے رہنا گو یا اس کو تسلیم وقبول کرنے کے مترادف ہے۔

۱۲۔ جادو سیکھنا اور سکھانا جادو کرنا، کروانا اور اس کو مباح قرار دینا بھی انسان کا کافر ہونے کی دلیل ہے اور اہل سنت والجماعت کا اس پر

اتفاق ہے کہ جادوگر کافر ہے۔حدیث میں ہے کہ:

﴿ حد السا حر ضربه بالسيف ﴾

(جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اس کو تلوار سے کاٹ دیا جائے)

اوراس پر علمائے سلف کا اجماع ہے کہ:

﴿ يقتل الساحر حيث بان سحره ﴾

جونہی جادوگر کا جادو ثابت ہو اسی وقت اسے قتل کر دیا جائے۔کیونکہ جادو کہ حرمت اوضح من الشمس ہے۔

۱۳۔ اللہ کا اس کی آیات کا اوراس کے رسول کا مذاق اڑانا یا انھیں حقیر جاننا اوراسی طرح شرعی اصولوں دینی احکام اور اسلامی طرز زندگی کی تضحیک کرنا بھی انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔

تو یہ کفر کہ مختلف انواع ہیں اوران افعال کے کسی بھی مرتکب سے متعلق جزااس کہ زندگی میں یہ دعوی نہیں کیا جائیگا کہ وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلے گا۔ہاں اگراس حالت میں مرگیا اور توبہ نہ کی تو پھر معاملہ خطرے سے خالی نہیں۔البتہ اگر موت سے پہلے توبہ کرلے تو امید کی جاسکتی ہے اس کی توبہ قبول ہو جائے اوروہ جنت میں داخل کر دیا جائے اور جہنم میں ہمیشہ نہ رہے۔

اوپر بیان کردہ تفصیل کفر اکبر کی تھی جس کے ارتکاب سے شخص مرتد ہوکر دائرہ اسلام سے باہر نکل جاتا ہے۔

کفر اصغر

اور جہاں تک کفر اصغر کا تعلق ہے تو کبیرہ گناہ تو ہے جس کی سزا عذاب الیم ہے لیکن اسکا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور نہ ہی ''خالدامخلدافی النار'' بنتا ہے اگر اللہ اسے معاف نہ فرمائیں تو عذاب دیا جائے گا۔اس کی مختلف صورتیں ہیں ذیل میں بیان کی جارہی ہیں:

۱۔ مسلمانوں سے قتال کرنا۔کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

﴿ سباب المسلم فسوق و قتاله كفر ﴾

(مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے اوران قتال کرنا کفر ہے۔) (بخاری)

اور یہی مفہوم ایک اور حدیث بیان کرتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ولا ترتد و ا بعدى كفار ا يضر بعضكم رقاب بعض ﴾

(میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردن مارنا شروع ہوجاؤ)

احادیث سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا آپس میں قتال کفر ہے جبکہ اللہ رب العزت کا فرمان:

﴿فمن عفى له من اخيه شئى ء فاتباع بالمعروف واداء اليه باحسان ﴾ (سورة النقرة)

(پھر اگر قاتل کو اس کے بھائیّ (مقتول کے ورثاء) کی طرف سے معاف کر دیا جائے تو ورثاء مناسب طریقے سے دیت کا تقاضہ

رکھیں اور وہ (قاتل) بہتر انداز میں ادائیگی کردے)

ایک اور مقام میں ارشاد ہے:

﴿فاصلحو بین اخویکم﴾ (سورۃ الحضرات)

(اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کروادیا کرو)

اس سے قبل یوں ارشاد ہوا:

﴿وان طآئفتن من المؤمنین اقتتلو ا فا صلحو ا بینھما فان بغت احدھما علی الاخری فقاتلو التی تبغی حتی تفی ء الی امر اللہ فان فآ ء ت فا صلحو بینھما بالعدل و اقسطو ان اللہ یحب المقسطین﴾ (سورۃ الحجرات)

(اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کر دیا کرو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم سب اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ اگر لوٹ آئے تو انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور عدل کرو۔ اللہ تعالی انصاف کرنے والوں کو درست رکھتا ہے)

ان دو آیات سے ثابت ہوا کہ مسلمان سے قتال کرنے کے باوجود بندہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے فرامین میں کفر سے مراد کفر دون کفر ہے کہ جس کے ذریعے انسان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

۲۔ غیر اللہ کی قسم کھانا: آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

﴿من حلف بغیر اللہ فقد أشرک أو کفرا﴾ (رواہ احمد)

''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک یا کفر کیا ہے جس سے انسان بہر حال مسلمانوں کے زمرے ہی میں شمار کیا جاتا ہے۔''

۳۔ نماز کی فرضیت پر ایمان ادائیگی نماز میں رغبت کے باوجود بھی سستی کی وجہ سے نماز چھوڑنا: آپ ﷺ کا فرمان ہے:

﴿من ترک الصلاۃمتعمدا فقد کفر﴾

''جس نے نماز چھوڑی اس نے کفر کیا''

تو یہاں بھی کفر سے مراد کفر اصغر ہے جس کی دلیل آپ ﷺ کی حدیث ہے کہ:

﴿خمسہ صلوات فی الیوم واللیة کتبھن اللہ علی العباد من جاء بھن ولم یضیع منھن شیا استخفافا بھن کان لہ عھد أن یدخل الجنة و من لم یأ بھن فلیس لہ عھد عنداللہ ان شاء أدخلہ و ان شاء عذبہ﴾

''دن رات میں اللہ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں جو بھی ان کو ضائع نہ کرتے ہوئے ادا کریگا اس کے لئے جنت میں داخلے کا وعدہ ہے اور جو ان کو ضائع کریگا اس سے کوئی وعدہ نہیں اگر اللہ چاہے گا تو اس کو جنت میں داخل کر دیگا اور اگر چاہے گا تو عذاب دے گا''۔

البتہ جو شخص فرضیت نماز کا انکار کرتے ہوئے نماز چھوڑتا ہے تو ایسا شخص کفر اکبر کا مرتکب ہے اور اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

۴۔ قاضی اور حاکم کا ناحق اور خلاف شریعت فیصلہ کرنا اصغر ہے بشرطیکہ وہ اللہ و رسول شریعت اسلام اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں ابن عباس نے فرمان الٰہی

﴿ومن لم یحکم بما انزل اللہ فآولیک ھم الکافرون﴾

کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ کفر وہ کفر نہیں جو دائرہ اسلام سے خارج کر دے۔(حاکم)

۵۔ کاہن کے پاس جانا اور اس کیغیبی امور سے متعلق بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنا کفر ہے حدیث میں ہے:

﴿من تی کاھنا أو عرافا فصدقه فیما یقول فقد کفر بما أنزل علی علی محمد﴾

''جو بھی کاھن یا اعراف کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے اس چیز کا کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی''

اس پر بھی اہل علم کا اجماع ہے کہ یہ کفر اصغر ہے۔

۶۔ ایماندار کا ایمان دار کو کافر کہہ کر پکارنا: حدیث میں ہے:

﴿اذا قال الرجل لاخیه یا کافر فقد باء به أحد ھما﴾

''جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو اے کافر کہے تو یہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف پلٹتا ہے''

یعنی اگر وہ واقعی کافر ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کہنے والا کافر ہوگا یہ بھی کفر اصغر ہے کہ جس کے ارتکاب سے بندہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

۷۔ عورت کو غیر فطری مقام سے اجماع کرنا یا دوران حیض جماع کرنا۔ مسند احمد میں ایک صحیح حدیث ہے:

﴿من أتی حائضا أو امرأة فی دبرھا فقد کفر بما أنزل علی محمد صلی اللہ علیه وسلم﴾

''جو حیض کی حالت میں جماع کرتا ہے یا غیر فطری مقام سے جماع کرتا ہے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ (شریعت) کا انکار کر دیا''۔

اوپر کفر اصغر کی سات صورتیں ذکر کی گئی ہیں اور اس کے علاوہ بھی اسکی بہت سی صورتیں ہیں۔ تو خلاصہ کلام یوں ہوا کہ کفر بھی دو قسم کا ہے اور شرک بھی یعنی کفر اکبر اور کفر اصغر اور شرک اکبر اور شرک اصغر اس لئے تو آپ ﷺ نے دکھاوے کی عبادت کو شرک اصغر سے تعبیر فرمایا ہے:

﴿الذین یجتنبون کبائر الاثم﴾

''وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں''

لہذا ثابت ہوا کہ گناہ ''کبیرہ'' بھی ہوتے ہیں اور ''صغیرہ'' بھی اسی پر اجماع امت بھی ہے۔

کافر کون ہے؟

ایسا کافر کہ جس سے بغض رکھنا ضروری ہے اور دوستی رکھنا حرام ہے اور جس سے مسلمان عورت کا نکاح ناجائز ہے اور اسکی گواہی قبول نہیں کی جاتی نہ وہ کسی مسلمان کا وارث بنتا ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان اسکا وارث بنتا ہے۔ اگر مرجائے تو نہ اس کو غسل دیا جائیگا اور نہ مسلمان کے قبرستان میں اس کو دفن کیا جائیگا۔ یہ وہ ہے جس پر اوپر مذکور کفر اکبر کی تیرہ میں سے کچھ یا کوئی ایک علامت صادق آجائے۔

اور آخر میں ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ

مؤمن کو کن وجوہ کی بناء پر کافر کہنے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

پہلی بات: مؤمن کو کب کافر قرار دیا جائے؟

مؤمن کو اس وقت کفر کی طرف منسوب کیا جائیگا جب وہ کفر کا اعتقاد رکھے اور اس کا اظہار کرے جبکہ وہ اس کی حقیقت کو بھی جانتا ہو اور مجبور بھی نہ کیا گیا ہو، اللہ کا فرمان ہے: ’’مگر جس کو مجبور کیا گیا جبکہ اسکا دل ایمان پر ہی مطمئن ہے (ایسا بندہ کافر نہیں) لیکن جو شخص کفر کو شرح صدر سے قبول کرے (وہی کافر ہوگا)‘‘۔

اور مؤمن کی تکفیر کا مطلب یہ ہے کی جب وہ عقیدہ کفر اپنالے، یا کلمہ کفر کہے یا کافرانہ روش اختیار کرے یا وہ مذکورہ تیرہ صورتوں میں سے کسی کا مرتکب ہو اس کی طرف منسوب کردیا جائے اور اسے کافر قرار دیا جائے۔ ہاں اگر وہ توبہ کرلیتا ہے اور دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آتا ہے تو اسکا اسلام قبول ہے اور اس کے حقوق باقی عام مسلمانوں کے سے ہیں اور اگر وہ اسی کفر وارتداد پر اڑا رہا اور توبہ نہ کی تو وہ کافر ہے اس سے دشمنی واجب اور دوستی حرام ہے اور اس سے مشرکین ومجوس اور یہود ونصاری کا سا برتاؤ کیا جائے گا اور اس پر تمام کفار کے احکام نافذ کئے جائیں گے۔

ایمان دار کو کافر کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جو بندہ کسی ایماندار کو کافر کہتا ہے جبکہ وہ درحقیقت کافر نہیں تو کہنے والے نے کفر کیا حدیث میں ہے: ’’انسان اگر اپنے مسلمان بھائی کو ’’اے اکفر‘‘ کہہ کر پکارتا ہے تو یہ کلمہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف پلٹ آتا ہے‘‘ مطلب یہی کہ اگر وہ ایسا نہیں جیسا اسے کہا گیا تو کہنے والے کی طرف اسی کا اپنا ’’اے کافر‘‘ کہنا لوٹ آئیگا اور یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ یہ کفر اصغر ہے نہ کہ کفر اکبر کو کہ بہت بڑا گناہ ہے۔ جس کا آج بہت سے مسلمان شکار ہوچکے ہیں اور انھیں اس کی خبر تک بھی نہیں ہوتی۔

تو میں آپ کو یہ نصیحت کرونگا کہ

پہلے تو یہ جانئے کہ میں کسی خوف ولالچ کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ نصحت صرف اس لئے کررہا ہوں کہ اس کہ اس سے سب کو رہنمائی ملے اور اس پر عمل کرکے آپ عذاب آخرت سے بچ کر جنت کے مستحق ہوسکیں، نیز اللہ رب العزت اسے میری آخرت کی بہتری کا ذریعہ فرمادے اور مجھے کتمان علم کے جرم کا مرتکب نہ شمار فرمائے اور اسے میرے لئے باعث اجر وثواب بنادے۔ آمین

دوسری بات: میں آپ سے یہ گذارش کروں گا کہ تین گناہوں سے فوری توبہ مانگ لیجئے۔ انانیت، خواہشات نفسانی کی پیروی

اور اندھی تقلید اور اسکے بعد اس رسالہ کو مکمل انہماک اور غور وخوض کے ساتھ مطالعہ میں لائیے۔اس سے انشاءاللہ بہت بہتر نتیجہ حاصل ہوگا۔ کہ لاعلمی کی وجہ سے کسی کی تکفیر سے بچ کر خود کو کافر بنا بیٹھنے سے محفوظ رہو گے۔

تیسری بات: یادرہے کہ گمراہ مسلمانوں کی ہدایت ان کی تکفیر کے ذریعے ہیں اور نہ آپ کے ان کو بدنام کرنے یا ان کا مذاق اڑانے سے ان کو ہدایت نصیب ہوگی بلکہ ان کو ہدایت ملنے کے امکانات تو اس صورت میں ہیں کہ جب آپ ان سے شفقت وخوش خلقی سے مخاطب ہوں ان کی تالیف قلوب کریں نرمی کا انداز اپنائیں اور حکمت و دانائی کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور دعوت الی اللہ کے اس منہج نبوی سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہ ہوں جو اللہ کے نبی نے اللہ کے حکم سے اختیار فرمایا تھا۔اللہ کا فرمان ہے:

﴿ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة و جادلهم بالتی هی احسن ان ربک هو اعلم بمن ضل عن سبیلة وهو اعلم بالمهتدین﴾ (سورة النحل)

''اللہ کے راستے کی طرف دانائی اور اچھے انداز نصیحت سے دعوت دیجئے اور ان سے مجادلہ بھی بہتر طریق سے کیجئے آپ کا رب بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے رستے سے گمراہ ہے اور کون ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہے''

چوتھی بات: وہ یہ ہے کہ تکفیر کیلئے آپ نے جو اصول اپنا رکھا ہے کہ '' حاکم بغیر ما أنزل الله '' دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اہل علم کیونکہ اس کے اس کفر پر خاموش ہیں لہذا وہ بھی کافر ہیں اور عام عوام اس لیے کافر ہیں کہ انہوں نے حاکم وقت سے بغاوت نہیں کی گویا وہ اس صورت حال پر مطمئن ہیں'' تو اس اصول کی رو سے آپ نے تمام امت اسلامیہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا ہے اور اس سے آپ کے علاوہ کوئی بھی محفوظ نہیں رہا، تو جان لیجئے کہ یہ اصول کہ جس کی بدولت آپ نے سب کو کافر قرار دیا ہے بذات خود باطل ہے تو اس سے مستنبط حکم کیونکر صحیح ہوسکتا ہے جبکہ اصول ہی صحیح نہیں۔

اگر حاکم وقت ''بغیر ما أنزل الله '' کا حکم چلائے تو محض اس وجہ سے دائرہ اسلام سے اس وقت تک خارج نہ ہوگا جب تک وہ اللہ کے احکام کی صداقت کا انکار نہ کردے، یا اس سے دین کا استہزاء نہ دیکھا جائے۔تو ایسی صورت میں وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو گا ہاں یہ جرم یقیناً گناہ کبیرہ ضرور ہے جس کا تفصیل سے اوپر بیان گزر چکا ہے اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ انسان دائرہ اسلام سے کب خارج ہوتا ہے اور اس میں وجہ نہیں بیان ہوئی کہ اگر حاکم ''ما أنزل اللہ'' کی روشنی میں حکم نہیں کرتا تو وہ کافر ہے۔

اور جہاں تک آیت ﴿ومن لم یحکم بما أنزل الله فأولئک هم الکافرون﴾

کا تعلق ہے تو یہ آیت ان لوگوں سے متعلق ہے کہ جنہوں نے احکام اللہ کا صریحاً انکار کردیا جیسے یہود ونصاری کا معاملہ ہے۔

اور جو احکام اللہ کو بھی مانتا ہو اور حکم بغیر ما أنزل اللہ کو جرم بھی سمجھتا ہو اور اپنی غلطی کا معترف بھی ہو تو ایسا شخص کفر اصغر کا مرتکب ہوگا جیسے کہ عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان اسی سے متعلق گزر چکا ہے آپ فرماتے ہیں: قرآن کریم کے مجمل کو سنت رسول بیان کرتی ہے اور عموم قرآن کو سنت خاص کرتی ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

﴿ من صلی صلاتنا و استقبل قبلتنا و أکل زبیحتنا فھو المسلم له مالنا و علیه ماعلینا ﴾

''جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کو قبلہ جانا ہمارے ذبح کردہ کھایا تو وہ تو مسلم ہے اسکے وہی حقوق ہیں جو ہمارے ہیں اوراس پر وہی ذمہ داریاں ہیں جو ہم پر ہیں''

اوراہل سنت والجماعت کا یہی اصول بہت معروف ہے: (کسی بھی گناہ کی توجہ سے ہم اہل قبلہ کو کافر نہیں سمجھتے جب تک وہ اس گناہ کو جائز سمجھ کر نہ کرے۔تو اگر حاکم وقاضی بغیر ما انزل اللہ کا حکم چلاتا ہے لیکن اسکو حلال سمجھتے ہوئے نہیں اور بلکہ اپنے جرم پر ندامت کا اظہار کرتا ہے تو کسی کیلئے جائز نہیں کہ وہ اسکو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے جبکہ وہ کلمہ بھی پڑھتا ہے اور نماز ادا کرتا ہے زکوۃ دیتا ہے رمضان کے روزے رکھتا ہے حج کرتا ہے تو ایسی صورت میں وہ کافر کیونکر ہوسکتا ہے)۔(مترجم)

حدیث میں ہے:

﴿ واللہ ما آمن واللہ ما آمن من لم یأ من جارہ بوئقه﴾

(اللہ کی قسم وہ ایماندار نہیں اللہ کی قسم وہ ایماندار نہیں کہ جس کی شرارتوں سے اسکا ہمسایہ محفوظ نہ ہو)

ایک اورحدیث میں یوں فرمایا:

﴿ لا ایمان لمن لا امانة له ﴾

وہ ایماندار نہیں جو امانتدار نہیں)

ایک اورحدیث میں یوں ہے:

﴿ لا تؤ منو ا حتی تحابوا ﴾

(اس وقت تک ایماندار نہیں ہوسکتے جب تک تم محبتنہ کرنے لگ جاؤ)

تو غور فرمائے کہ یہاں رسول اللہ ﷺ خائن کے ایمان کی بھی نفی فرمارہے ہیں اور آپس میں بغض وعناد والوں کے ایمان کی بھی نفی فرمارہے ہیں، کیا خیال ہے لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتے ہیں؟

ہرگز نہیں یہ نفی کمال ہے یعنی انکا ایمان مکمل نہیں یعنی ہیں تو وہ ایماندار لیکن انکا ایمان ناقص ہے بلکہ یہ کفر دون کفر کے بیان میں آتا ہے۔فسق دون فسق،نفاق دون نفاق کے باب میں آتا ہے۔

اسی طرح کبھی ایمان کامل ہوتا ہے تو کبھی ناقص ہوتا ہے جو کہ تفصیل سے اوپر بیان ہوچکا ہے۔

پانچویں بات: میں پوچھتا ہوں کہ آخر تکفیر کی ضرورت کیا ہے؟

کیا آپ اللہ کے خوف سے ایسا کرتے ہیں کہ اللہ کو کیا جواب دینگے اگران کو کافر قرار نہ دیا؟ اگرایسا ہے تو بتائے اللہ نے آپ کو کہاں حکم فرمایا کہ ترک واجب یا ارتکاب گناہ کبیرہ پر آپ لوگوں کی تکفیر کریں؟ قرآن وسنت سے اسی کی کوئی دلیل تو پیش کریں۔

کیا آپ ان کی تکفیر اس غرض سے کرتے ہیں کہ آپ کے انھیں کافر کہنے سے اللہ ان کو ہدایت دے دے؟ تو ان کی ہدایت کیلئے یہ طریقہ قطعا مناسب نہیں۔

یا ایسا تو نہیں کہ جناب کسی اسلام دشمن شخص کی اندھی تقلید میں لگے ہوئے ہوں جس کو خوبصورت شکل میں کسی اسلام دشمن قوت نے آپ کے کے حضور پیش کیا ہو اور آپ نے اسے شرح صدر سے قبول فرمالیا ہو بغیر اس کیکہ آپ ان کیدلائل وبراہین کو پرکھیں یا کوئی اور درجہ ہے جس سے ہم تا حال بے خبر ہیں۔ آخر کچھ تو بتائیے!

چھٹی بات: یہ ہے کہ جناب سے یہ سوال کرنا چاہوں گا کہ آپ مسلمان کی تکفیر سے آخر چاہتے کیا ہیں؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ ان کے مال وجان کے درپے ہیں یا ان میں فتنوں کو جنم دے کر انہیں صراط مستقیم سے اور دور کر دینا چاہتے ہیں تا کہ خود اپنی تباہی کا سامان بن جائیں، یا پھر بلا وجہ جناب ایسے ہی تکفیر کئے جا رہے ہیں بس ہماری تو رب کے حضور یہی التجا ہے کہ اللہ آپ کو اس خطرناک تکفیر کے فتنے سے نجات دے اور باقی مسلمانوں کو بھی اس سے محفوظ فرمائے۔ آمین

آخر میں میں جناب سے یہی چاہوں گا کہ اگر تو آپ کسی جماعت یا گروہ میں کام کر رہے ہیں تو اپنا کوئی نمائندہ فضیلۃ الشیخ ابن باز رحمۃ اللہ کے پاس بھیجئے جو ان مسائل میں شرعی حکم کے متعلق ان سے گفتگو کر کے صراط مستقیم کی وضاحت چاہے اور پھر حق کے واضح ہونے پر اس کو اپنا کر اس پر کاربند ہو جائے۔

اور میں آپ کو اس بات کی بھی نصیحت کرونگا کہ قبل اس کے کہ جناب کا کوئی وفد فضیلۃ الشیخ کی خدمت عالیہ میں مذکورہ مسائل پر استفتاء کی غرض سے جائے اللہ رب العلمین کے حضور توبہ کر لیجئے کہ اصلاح صرف علم وعمل اور مجاہدہ نفس کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

اگر جناب یہ چیز حاصل کر لیں تو اب اخلاص کے ساتھ مسلمانوں کو راہ حق کی طرف دعوت دینے میں ایک لحہ بھی ضائع نہ کیجئے تا کہ وہ آپ سب کے سب دین ودنیا کی کامیابی اور کامرانیوں کو حاصل کر سکیں۔

آخری میں

بیٹو! اگر یہ حق بات آپ کو گراں لگی ہو تو آپ سے معزرت کرتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو سوچ کے اس انداز پر عربی قومیت کی قید وبند اور کمیونسٹوں کے آپ پر اور آپ کے بھائیوں پر ظلم نے مجبور کر دیا ہے ہاں مجھے علم ہے کہ آپ کو قید وبند کا شکار کیا گیا دانت توڑے گئے ناخن کھینچے گئے تکلیف میں مبتلا کیا گیا ہڈیوں کو توڑا گیا بدفعلیاں بھی کی گئی بھائیوں پر کتوں کو بھی چھوڑا گیا اور کبھی ایسا بھی ہوا کبھی کسی بدبخت رب کریم کی ذات لایزال کو گالی دی اور طنز ومزاح کا نشانہ بھی بنایا اور کبھی دین حنیف کا مذاق بھی اڑایا گیا اور کبھی اولیا اللہ کے ساتھ برا سلوک کیا گیا اور یہ سب کچھ ان بے قصور افراد کے ساتھ کیا گیا کہ جو تحکیم شریعت کا مطالبہ کرتے تھے اور ظلم وجور کے خاتمے کے خواہش مند تھے۔

لیکن اب ان حالات میں میرا اور اس رسالہ کے قاری کا یہی کام ہے ہم اپنے ہاتھ عاجزانہ انداز سے رب ذی الجلال کے حضور

پھیلائیں اور دل کی گہرائیوں سے دعا کریں کہ اللہ اس امت مسلمہ کو اس کی مشکلات سے نجات نصیب فرمائے اور غلبہ اسلام کے امکانات مہیا فرمائیے اور ظلم وجور، کفر وشرک شر وفساد اور خبث وگناہ کو ختم فرمائے۔آمین

آخری بات

آخر میں یہ عرض کرنا چاہوگا کہ شیوعیت کا خاتمہ آج کے اس دور میں جاگیرداروں اور صلیبوں کے غلبہ وتسلط کا پیش خیمہ نظر آتا ہے اور یاد رہے کہ صلیبی قوتوں کا ہدف اول اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہوگا۔اور اس بات کو بھی سمجھنے کی اشد ضرورت ہے کہ امت مسلمہ کو درپیش ان حالات میں اگر مسلمان کا اسلام کے متعلق یہی نظریہ اور رویہ رہا تو ان کو صفحہ ہستی سے مٹانا کچھ زیادہ مشکل نہ ہوگا۔

کیا نکہ مسلمانوں کا اصل محافظ اور قوت کا سرچشمہ اسلام ہی ہے اور آج مسلمان اسلام سے کوسوں دور ہیں ۔اللہ راہ ہدایت کا راہی بنائے اور ہمیں اپنے دین کی طرف لوٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

ہم رب کریم کے حضور دعا دراز کرتے ہیں کہ اللہ مسلمان حکمرانوں اور مسلمانوں کو اپنی ذمہ داریاں بخوبی سمجھنے اور نبھانے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین